تعلیمات اسلامی پر ایک نظر

(از مولوی عبدالصبور صاحب بستوی متعلم بجماعت ثالثہ مدرسہ رحمانیہ دہلی)

اسلام نے دنیا میں آکر جہاں عابد و معبود خالق و مخلوق کے رشتہ کو قائم کیا۔ وہاں اس نے اپنے متبعین کو معاشرتی تعلیمات سے بھی مالامال کیا ہے۔ میں آج اسی حصہ کے متعلق اسلامی تعلیمات کے پیش نظر کچھ روشنی ڈالنا چاہتا ہوں۔ لیکن صرف تعلیمات ہی نہیں پیش کرونگا بلکہ ساتھ ہی ان پر عمل کرنیوالوں کے سرخیل (صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین) کی زندگی کے کچھ عملی نمونے بھی سامنے لاؤنگا، تاکہ آپ کو یہ اندازہ کرنے میں آسانی ہوسکے کہ ان تعلیمات نے اپنے عمل کرنے والوں کو کہاں سے کہاں تک پہنچایا تھا۔ اور جب مسلمانوں نے ان تعلیمات سے غفلت برتی اسی وقت سے باران رحمت الٰہی کے بادل بھی ان سے چھنٹ گئے۔

ایثار کے متعلق ارشاد ہوتا ہے ﴿وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾۔ یعنی مومن لوگ دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں۔ اور غیر کے مفاد کو اپنے مفاد پر باوجود خود بھی حاجتمند ہونیکے مقدم سمجھتے ہیں۔ اس تعلیم پر صحابہ کرام و نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل کرکے دکھلادیا۔ اور ہر طرح سے اپنی جان و مال کو فی سبیل اللہ نثار کرکے آیت مذکورہ کی پوری تصدیق کردی ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ آنحضرتؐ نے صحابہ کرام کو غزوہ تبوک کے واسطے چندہ جمع کرنیکا حکم دیا۔ حضرت عمرؓ جاتے ہیں اور گھر کے تمام مال کا نصف اٹھالاتے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ جاتے ہیں اور گھر کا سب مال و متاع اٹھالاتے ہیں۔ آنحضرتؐ نے سوال کیا کہ گھر پر بیوی بچوں کیلئے کیا چھوڑ آئے ہو۔ حضرت ابوبکرؓ جواب دیتے ہیں کہ اللہ اور اسکے رسولؐ کی محبت کے سوا اور کچھ نہیں چھوڑا ہے۔ ایک بار ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں حاضر ہوا سو اتفاق سے آپ کے گھر میں پانی کے سوا کچھ بھی نہ تھا۔ اس لئے آپ نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ آج کی شب کون اس مہمان کا حق ضیافت ادا کریگا۔ ایک انصاری نے کہا۔ یا رسولؐ اللہ میں۔ چنانچہ اسکو ساتھ گھر لے آئے۔ بیوی سے پوچھا کہ کچھ ہے وہ بولیں کہ صرف بچوں کا کھانا ہے۔ بولے بچوں کو کسی طرح بہلادو۔ جب مہمان کو گھر میں لے آؤں تو چراغ بجھادینا۔ میں اس پر لب و دہن کی مصنوعی حرکت سے یہ ظاہر کردوں گا کہ ہم بھی ساتھ کھارہے ہیں چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ صبح کو آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو فرمایا کہ رات خدا تمہارے اس حسن سلوک سے بہت خوش ہوا اور یہ آیت نازل فرمائی ﴿وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾۔ اسی طرح ایک غزوہ میں حضرت عکرمہؓ حضرت حارث بن ہشام۔ حضرت سہیل بن عمرؓ زخم کھاکر زمین پر گر پڑے۔ نزع کا وقت تھا۔ لیکن اس حالت میں اخلاقی روح اور زیادہ تازہ ہوگئی۔ ایک شخص پانی لایا اور حضرت عکرمہؓ کو پلانا چاہا لیکن انھوں نے دیکھا کہ حضرت سہیلؓ بہ حسرت پانی کی طرف دیکھ رہے ہیں بولے پہلے ان کو پلاؤ۔ حضرت سہیلؓ کے پاس جب پانی آیا تو انھوں نے دیکھا کہ حضرت حارثؓ کی نگاہ بھی پانی کی طرف ہے بولے ان کو پلاؤ۔ بالآخر نتیجہ یہ ہوا کہ کسی کے منہ میں پانی کا ایک قطرہ بھی نہ گیا۔ اور سب نے تشنہ کامی کی حالت میں جان دیدی۔ یہ تھا صحابہ کرام کا ایثار۔ اسی وجہ سے صحابہ خود فاقہ کرتے تھے لیکن دوسروں کو کھلادیتے تھے ؎

بھوکے رہتے تھے پر اوروں کو کھلا دیتے تھے — کیسے صابر تھے محمدؐ کے گھرانے والے

سلہ ۲۸ پ س ج ع ۱ -

اطاعت والدین کے متعلق ارشاد ہوتا ہے کہ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا۔ یعنی والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے کہ اِمَّا یَبْلُغَنَّ الخ یعنی اگر ماں باپ دونوں میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جاویں تو ان کو اُف تک نہ کہو والدین کی نافرمانی گناہ کبیرہ میں شامل ہے۔ حدیث میں ارشاد ہوتا ہے کہ رَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ اَدْرَکَ عِنْدَہٗ اَبَوَاہُ الْکِبَرَ اَوْ اَحَدُھُمَا فَلَمْ یَدْخُلِ الْجَنَّۃَ۔ یعنی جس کے والدین یا دونوں میں سے ایک بڑھاپے کو پہنچ جائیں اور وہ شخص ان کی خدمت کر کے جنت میں نہ داخل ہوئے تو اس سے زیادہ بدبخت کوئی نہیں ہے۔ آنحضورؐ نے ایسے شخص کے متعلق کہا ہے کہ اس کی ناک خاک آلودہ ہو۔ اور وہ ذلیل ہو۔

آیئے۔ دیکھیں اس تعلیم پر صحابہ کرام نے کسقدر عمل کیا۔ صحابہ کرامؓ والدین کی خدمت۔ اطاعت۔ اعانت اور ادب واحترام کا نہایت خیال رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ کفار نے رسول اللہ صلعم کے گردن میں اوجھ ڈالدی۔ حضرت فاطمہؓ دوڑکر آئیں۔ اور اسکو آپ کے اوپر سے اُتار کر پھینکدیا۔ اور کفار کو برا بھلا کہا۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص اگرچہ جنگ صفین میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خلاف حصہ لینا پسند نہیں کرتے تھے لیکن جب انکے والد نے اصرار کیا تو اطاعت کے خیال سے مجبوراً شریک ہوگئے۔ ایک بار حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے ان سے اس کی وجہ پوچھی۔ تو بولے کہ مجھ سے رسول اللہ صلعم نے فرمایا تھا کہ نماز پڑھو۔ روزہ رکھو۔ اور اپنے والدین کی اطاعت کرو۔ تو صفین کی شرکت کیلئے میرے باپ نے مجبور کیا۔ اسلئے میں شریک ہوا لیکن نہ تلوار اٹھائی نہ تیر چلایا۔ (اسد الغابہ تذکرہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص)۔

حضرت ابوہریرہؓ کی ماں کافرہ تھیں وہ ان کو دعوت اسلام دیتے تھے لیکن کچھ اثر نہ ہوتا تھا۔ ایک روز اسی طرح انھوں نے انکو اسلام کی ترغیب دی لیکن انھوں نے رسول اللہ کی نسبت بعض ناشایستہ کلمات کہے۔ لیکن انھوں نے اپنی ماں کو ایک حرف بھی نہ کہا۔ بلکہ روتے ہوئے آپ کے پاس آئے اور کہا کہ دعا فرمایئے خدا میری ماں کو ہدایت دے (مسلم کتاب المناقب فضائل ابوہریرہؓ) حضرت ابوہریرہؓ کو ماں باپ کے احترام کا اسقدر خیال تھا کہ ایک بار دو آدمیوں کو دیکھا تو ایک سے پوچھا کہ یہ تمہارا کون ہے اس نے کہا میرے باپ ہیں فرمایا کہ اسکا نام لیکر نہ پکارو۔ اس کے آگے نہ چلو اور اس سے پہلے نہ بیٹھو۔ اس کے حکم کی تعمیل سے روگردانی نہ کرو۔ ان بیانات سے ناظرین پر واضح ہوگیا کہ والدین کی اطاعت ہمارے لئے واجب ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ ماں باپ کے پیر کے نیچے جنت ہے ان کی ناراضگی اللہ کی ناراضگی ہے۔ اور ان کی خوشی اللہ کی خوشی ہے۔ اسلام نے ہمیں اخلاق کی تعلیم دی ہے لہذا ہمارے اخلاق سے بعید بات ہے کہ ایسے ماں باپ جنھوں نے ہماری خاطر بڑی بڑی تکلیفیں اٹھائیں۔ ہمیں پالا اور اب ہم جوان ہوگئے تو پھر ہم انھیں برا بھلا کہیں۔

عدل کے متعلق ارشاد ہوتا ہے وَاِذَا حَکَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْکُمُوْا بِالْعَدْلِ[۳] الآیہ یعنی جب کبھی تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل وانصاف کرو۔ چنانچہ اسی آیت کے ذریعہ اسلام نے ببانگ دہل اعلان کر کے عدل وانصاف کا صاف حکم دیدیا اور ظلم وتعدی کو ہمیشہ کے لئے نیست ونابود کردیا۔ دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ[۴] یعنی اللہ تعالیٰ تم کو عدل وانصاف کا حکم دیتا ہے۔ تیسری جگہ ارشاد ہوتا ہے اِعْدِلُوْا ھُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی[۵] یعنی عدل وانصاف سے کام کو انجام دو۔ کیونکہ عدل وانصاف تقویٰ کی طرف لیجاتا ہے۔ اسی طرح سے متعدد مقامات میں اسلام نے عدل وانصاف

۱ پ ع ۳ ۲ ۱۵ پ ع ۲ ۳ ۵ پ ع ۵ ۴ ۱۴ پ ع ۱۹ ۵ ۶ پ ع ۶ -

کی تعلیم دی ہے اس کے علاوہ امام عادل وسلطان عادل کی فضیلت میں بہت سی حدیثیں ہیں۔ عدل کے متعلق جسقدر شدومد کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے عمل کیا وہ ظاہر ہے۔

اتفاق کے متعلق ارشاد ربانی ہے وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا[1] - یعنی اتفاق واتحاد کے ساتھ اللہ کی رسّی (قرآنجید) کو مضبوط پکڑ لو۔ اور آپس میں تفرقہ پروازی مت کرو اور اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جبکہ تم لوگوں کا رشتہ ایک دوسرے سے ٹوٹا ہوا تھا۔ تو اللہ جل شانہٗ نے اپنی رحمت وشفقت سے تم سب کو ایک جگہ ملاکر جمع کردیا اور کہدیا کہ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ۔ یعنی سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں اگر بتقاضائے بشریت ایک دوسرے سے اختلاف و نزاع واقع ہو تو صلح کرادو۔ اللہ نے دوسری جگہ فرمایا ہے کہ اتفاق بین القلوب ایسی نعمت ہے کہ تم ساری دنیا کا خزانہ جمع کرلو تب بھی اس نعمت کو حاصل نہیں کرسکتے لیکن اللہ ہی کا فضل وکرم ہے جس نے متفرق دلوں کو اکٹھا کردیا۔ ارشاد نبوی ہے۔ لَا تَحَاسَدُوا وَلَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَدَابَرُوا وَكُونُوا عِبَادَ اللّٰهِ إِخْوَانًا۔ یعنی آپس میں حسد وبغض وغیرہ نہ رکھو اور سب ملکر آپس میں بھائی بھائی ہوجاؤ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی تعریف اتفاق واتحاد کو ملحوظ رکھتے ہوئے یوں فرمائی ہے۔

المومنون کرجل واحد ان اشتکی عینہ اشتکی کلہ، ان اشتکی راسہ اشتکی کلہ۔ یعنی سب مسلمان مانند ایک جسم کے ہیں۔ اگر آنکھیں درد کرتی ہیں تو سارا جسم اس کی وجہ سے بےچین ومضطرب رہتا ہے۔ اور اگر سر میں تکلیف ہوتی ہے تو سارا جسم اسکا اثر محسوس کرتا ہے۔ بعینہٖ اسی طرح سے مسلمانوں کو چاہیئے اگر ایک مسلمان پر مصائب وتکالیف آپڑیں تو دوسرے مسلمان کو اسکا اثر محسوس کرکے اسکے دفعیہ کی صورت اختیار کرنی چاہیئے۔ ناظرین اندازہ لگاسکتے ہیں کہ اسلام نے اپنے متبعین کو کس طرح اتفاق واتحاد کی تعلیم دی ہے۔ لیکن مسلمان اس سے بالکل روگرداں ہوگئے ہیں اور نا اتفاقی کو اختیار کرلیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج انکا شیرازہ بکھرا ہوا نظر آتا ہے اور غیروں کے دلوں میں ان کی کچھ بھی قدر نہیں ہے۔ ہر بلا کہ از آسماں می آید خانۂ مسلم می تلاشد کا مقولہ عملی صورت اختیار کررہا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

اخلاق یہ بھی اسلام کی تعلیمات میں ایک اہم تعلیم ہے داعی اسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں بعثت لاتمم مکارم الاخلاق۔ یعنی میں دنیا کے اندر اس لئے نبی بناکر بھیجا گیا ہوں تاکہ تعلیم اخلاق کو درجۂ تکمیل تک پہنچادوں۔ اسلام نے اخلاق حسنہ کے اندر کسقدر حصہ لیا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ[2] یعنی عفو کو اپنا شیوہ وشعار بناؤ اور نیک کام کی طرف لوگوں کو ہدایت کرتے رہو اور جاہلین سے اعراض کرو۔ اخلاق بہت سی اوصاف کے مجموعہ کا نام ہے۔ (الف) مسکین نوازی۔ چنانچہ صحابہ کرام نہایت ہی مسکین نواز غریب پرور تھے۔ حضرت جعفر بن ابی طالبؓ کو مساکین کے ساتھ خاص اُنس تھا۔ اسی لئے رسول اللہ صلعم ان کو ابوالمساکین کی کنیت سے پکارا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ معمولاً کسی مسکین کی شرکت کے بغیر نہیں کھاتے تھے ان کے سامنے جب دسترخوان چنا جاتا اور اتفاق سے کسی معزز شخص کا گذر ہوجاتا تو انکے اہل وعیال اس کو شریک طعام کرلیتے۔ لیکن وہ خود اس کو نہ بلاتے۔ البتہ جب کوئی مسکین سامنے سے گزرتا تو اس کو ضرور شریک طعام کرتے اور کہتے کہ یہ لوگ اسکو بلاتے ہیں جسکو کھانے کی خواہش نہیں اور اسکو چھوڑدیتے ہیں جسکو کھانے کی خواہش ہو

[1] پ ۴ ع ۲ [2] پ ۹ ع ۱۴

ایک دن حضرت عائشہ روزے سے تھیں۔ اور گھر میں ایک روٹی کے سوا کچھ نہ تھا۔ اسی حالت میں ایک مسکین عورت آئی تو انھوں نے لونڈی سے کہا کہ وہ روٹی اسکو دیدو۔ لونڈی نے کہا افطار کس چیز سے کیجئے گا۔ بولیں دے تو دو۔ چنانچہ شام کا وقت جب آیا تو کسی نے بکری کا گوشت بھجوا دیا۔ لونڈی کو بلا کر کہا کہ لے کھا یہ تیری روٹی سے بہتر ہے۔

(ب) استعفاف۔ یعنی سوال کرنے سے بچنا بھی اخلاق میں داخل ہے۔ صحابہ کرام اگرچہ نہایت ہی مفلس و نادار تھے لیکن کسی کے سامنے دست سوال نہیں پھیلاتے۔ ایک مرتبہ چند صحابی رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کی۔ بیعت کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی تھی کہ لا تسئلوا الناس شیئاً۔ لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کرو۔ چنانچہ ان لوگوں نے اس شدت کے ساتھ اس کی پابندی کی۔ کہ اگر راہ میں کوڑا بھی گر جاتا تو کسی سے یہ نہ کہتے کہ اٹھا کر دیدو۔ اصحاب صفہ اگرچہ ناداری کی وجہ سے بالکل دوسروں کے دست نگر تھے تاہم الحاح و لجاجت کے ساتھ سوال کرنا ان کی شان سے بالکل بعید تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں انکے اس مخصوص وصف کی تعریف کی ہے۔ یَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيمَاهُمْ لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا۔[۱] یعنی لوگ ان کو سوال سے بچنے کی وجہ سے غنی سمجھتے ہیں۔ حالانکہ تم ان پر ان کے چہروں سے محتاجی کے آثار معلوم کرسکتے ہو۔ وہ لوگوں سے چمٹکر سوال نہیں کرتے۔

(ج) ایثار۔ صحابہ کرام جس طرح نوع انسان میں فرد کامل کی حیثیت رکھتے تھے۔ اسی طرح اللہ نے ان کو ان اوصاف کے ساتھ متصف کیا تھا جو محاسن اخلاق کے تمام انواع و اصناف میں کمال کا درجہ رکھتے ہیں فیاضی ایک اخلاقی وصف ہے لیکن ایثار فیاضی کی ایک اعلیٰ ترین قسم ہے اور وہ صحابہ کرام میں عموماً پائی جاتی تھی جیسا کہ بیان ہو چکا۔

(د) عیب پوشی۔ ایک شخص ایک گناہ کا مرتکب ہوتا ہے تاہم لوگ اسکو افسانۂ بزم و انجمن بنا لیتے ہیں لیکن صحابہ کرام لوگوں کے عیب کو چھپاتے تھے۔ اور نیکیوں کو ظاہر کرتے۔ آنحضور فداہ ابی و امی نے اسی کو ملحوظ رکھتے ہوئے فرمایا ہے مَنْ سَتَرَ مُسْلِماً سَتَرَهُ اللہ فی الدنیا والاخرۃ۔ جو کسی مسلمان کے عیب کو (جو اتفاقاً ہو گیا ہو) چھپاوے (اور لوگوں کے سامنے ظاہر کر کے اس کو شرمندہ نہ کرے) تو اس کے عیب بھی اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں پردہ ڈالدیگا۔ ہاں جو گناہوں کا عادی ہو کر جری ہو جائے اس کو اصلاح کی نیت سے سمجھا کر شرمندہ کرنا چاہیے۔

(ہ) انتقام نہ لینا۔ اگر دشمن کسی مصیبت میں مبتلا ہو جاوے تو ہمارے لئے انتقام لینے کا اس سے بہتر کوئی موقع نہیں مل سکتا۔ لیکن صحابہ کرامؓ کے دل میں خدا اور رسول کی محبت نے بغض و انتقام کی جگہ کب چھوڑی تھی۔ انتقام تو بڑی چیز ہے صحابہ کرامؓ اپنے دشمنوں سے (دنیاوی معاملات میں) بغض رکھنا بھی پسند نہیں فرماتے تھے۔ ہاں دین کے معاملہ میں بہت سخت تھے۔

(و) مسلمانوں کی ایذا رسانی سے اجتناب۔ حدیث میں ہے المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ یعنی مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ پاؤں زبان سے مسلمان محفوظ رہیں۔ اکثر صحابہؓ کرام اس حدیث پر اس شدت کے ساتھ عمل کرتے تھے کہ حضرت عائذ بن عمرؓ اپنے گھر کا پانی باہر نہیں نکلنے دیتے تھے۔ لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی تو بولے کہ مسلمانوں کے راستہ میں پانی گرانے سے مجھے زیادہ پسند یہ ہے کہ اپنے ہی حجرہ میں اپنے طشت کو ڈھال دوں۔

(ز) حلم۔ تربیت نبویؐ کے فیض نے صحابہ کرام کو نہایت نرم دل۔ حلیم بردبار بنا دیا تھا۔ ایک بار ایک شخص نے حضرت ابوبکرؓ کو برا بھلا کہا وہ خاموش رہے اس نے دوسری بار پھر کلمات ناشائستہ کہے وہ چپ رہے تیسری بار پھر ان کا اعادہ کیا،

[۱] سہ۵ پ۳ ع ۵

تب اس کا جواب دیدیا۔ صحابہ کرام کے حلم کے متعلق اور بہت سے واقعات ہیں۔

اخلاق میں اور بہت سے اوصاف شامل ہیں مثلاً مہمان نوازی جو اخلاق کا عظیم الشان رکن ہے تحفظ عزت، صبر و ثبات جرأت و شجاعت، اعتراف گناہ، صداقت، دیانت، تواضع وخاکساری عصبیت وحمیت قومی، شرم وحیا جانداروں پر شفقت وغیرہ وغیرہ اگر ان عنوانات پر کچھ روشنی ڈالی جائے تو مضمون بہت لمبا ہو جائیگا۔ صحیحین میں یہ حدیث موجود ہے کہ خیارکم احسنکم اخلاقاً یعنی تم میں نیک اور بہتر وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں۔

مساوات جہاں اسلام کی خصوصیات وتعلیمات بے پایاں وبے انتہا ہیں وہاں اسلام کی تعلیمات وخصوصیات میں سے ایک اہم تعلیم اور خصوصیت مساوات بھی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری ہے اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ یعنی جملہ فرزندان توحید بھائی بھائی ہیں۔ اسلام میں نیچی یا اونچی ذات کا لحاظ نہیں رکھا گیا۔ بلکہ اگر کچھ فوقیت وتفوق کسی کو حاصل ہے تو صرف تقوٰی کے ذریعہ سے ہے یہی وہ چیز ہے جس کے ذریعہ سے انسان اپنے کو بام رفعت تک پہنچا سکتا ہے قرآن مجید نے انہی معنوں کی تشریح ہیں صاف فرمادیا کہ یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنَاکُمْ مِنْ ذَکَرٍ وَّ اُنْثٰی وَجَعَلْنَاکُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ یعنی اے لوگو ہم نے سب کو سلسلہ انسانی کی ایک ہی کڑی (مرد وعورت) سے پیدا کیا ہے۔ ہم نے تم کو مختلف قبائل میں اسلئے نہیں پیدا کیا ہے تاکہ تم ایک دوسرے سے رسمی وفرضی طور پر تفرقہ پیدا کرلو اور جدا ہو جاؤ۔ بلکہ ہم نے تم کو مختلف شعبوں میں اسلئے پیدا کیا ہے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانکر رشتہ محبت واخوت قائم کرلو اور عزت دار و شریف اللہ کے نزدیک وہی ہے جو تقوٰی میں فائق و برتر ہو۔

اسلام نے جملہ اقوام عالم کیلئے اپنے دروازے کھولدیئے ہیں تاکہ اسلام کے دروازہ میں داخل ہو کر مساوات کے خزینہ و فوائد سے مالامال ہوں۔ ارشاد نبوی ہے لا فضل لعربی علی عجمی الخ یعنی کسی عربی کو کسی عجمی پر فضیلت نہیں ہے کسی گورے کو کسی کالے پر کسی یوروپین کو کسی ہندوستانی پر فضیلت نہیں ہے کیونکہ جملہ بنی نوع انسان آدمؑ کی اولاد ہیں۔ اور آدمؑ مٹی سے پیدا کیئے گئے ہیں۔ مساوات کے معنی یہ نہیں ہیں کہ عالم بمقابلہ جاہل اور ناشکرا بمقابلہ ایک شکرگزار کے یکساں حیثیت رکھتے ہوں۔ نہیں یہ معنی نہیں ہیں بلکہ اختلاف مدارج ومراتب ہے اسلام نے فرق مراتب کو نہایت اہتمام کے ساتھ ملحوظ رکھا ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے فضلنا بعضہم علی بعض یعنی ہم نے بعض کو بعض پر دینی کمالات کے اعتبار سے فضیلت دی ہے۔

چنانچہ صحابہ کرام اگرچہ مساوات کے پیکر مجسم تھے لیکن فرق مراتب ومدارج کا بھی لحاظ رکھتے تھے۔۔۔۔ ایکمرتبہ حضرت عائشہؓ کے پاس ایک فقیر آیا تو حضرت عائشہؓ نے اسے ایک روٹی کا ٹکڑا دیکر ٹالدیا۔ پھر ایک رئیس آدمی آیا۔ انھوں نے اسکو بٹھلا کر نہایت اہتمام کے ساتھ کھانا کھلایا۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ کیا وجہ ہے کیوں ایسا کیا گیا حضرت عائشہؓ نے جواب دیا کہ آنحضورؐ نے فرمایا ہے انزلوا الناس علی منازلہم۔ ہر شخص کو اسکے درجہ ہی پر رکھو۔ ایک بار حضرت ام سلمہؓ کو اون صاف کرانیکی ضرورت ہوئی۔ تو ایک مکتب کے مدرس کے پاس ایک آدمی بھیجا کہ غلاموں کو بھیجدو لیکن آزاد کو نہ بھیجنا۔ ان واقعات سے صاف واضح ہو گیا کہ صحابہ کرامؓ و آنحضورؐ فداہ ابی وامی نے فرق مراتب کا بھی لحاظ رکھا۔ بلکہ مساوات کے معنی یہ ہیں کہ ادنیٰ واعلیٰ کو قانوناً واخلاقاً وشرعاً مساوی طور سے حقوق یافتگی کا حق حاصل ہو۔ ناظرین مساوات کے متعلق صحابہ کرامؓ کے بہت سے واقعات ہیں جنکو بخوف طوالت ذکر نہیں کرتا۔۔۔۔

اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم تمام مسلمانوں کو جملہ تعلیمات اسلامی پر عمل کرنیکی توفیق دے۔ آمین۔